(۶)

# نمازوں کے ذریعہ کیوں کامیابی حاصل نہیں ہوتی؟

(فرمودہ ۱۸/ فروری ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ایک شقی انسان اور ایک نیک انسان کے درمیان یہی فرق ہوتا ہے کہ شقی اپنی شقاوت کی وجہ سے بعض نظارے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ وہ اپنے کانوں کے پاس کئی ایک آوازیں سنتا ہے۔ اور ان آوازوں میں سے بعض ایسی آوازیں بھی ہوتی ہیں جو ہر روز اس کے کانوں میں پڑتی ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ان کی طرف توجہ نہیں دیتا اور ان کی حکمت جاننے کے واسطے کوئی کوشش نہیں کرتا۔ پھر اس کے باقی حواس میں بعض بیرونی نقصانات کے اثرات بھی ہو جاتے ہیں۔ اور ان اثرات سے وہ بالکل ہی ان نظاروں سے جو وہ ہر روز دیکھتا ہے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور ان آوازوں کی طرف جو ہر روز اس کے کانوں میں پڑتی ہیں توجہ نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا نام صم بکم عمی رکھا ہے۔ کہ وہ بہرے ہیں۔ گونگے ہیں۔ اندھے ہیں کہ باوجود کان رکھنے کے نہیں سنتے۔ باوجود آنکھیں رکھنے کے نہیں دیکھتے اور باوجود زبانیں رکھنے کے نہیں بولتے۔ پس وہ اسی امر کے مستحق ہیں کہ وہ بہرے کہلائیں۔ اندھے کہلائیں۔ گونگے کہلائیں۔ ان کی آنکھیں بینا کہلانے کا حق نہیں رکھتیں۔ ان کے کان "شنوا" کہلانے کے مستحق نہیں۔ ان کی زبانیں "گویا" کہلانے کی حق دار نہیں۔ وہ اپنے عمل سے اپنے اس حق کو کھو بیٹھتے ہیں۔ ان کی نظروں کے سامنے دنیا میں کئی قسم کے تغیرات گزرتے ہیں۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جس طرح ایک چکنے گھڑے پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹھہرتا بلکہ سب بہ جاتا ہے۔ اسی طرح ان پر بھی ان تغیرات سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ وہ ان تغیرات سے دیکھتے ہیں وہ ایک معمولی سی بات کی طرح گزر جاتا ہے۔ مگر ان کے مقابل پر ایک مومن کے لئے

ہر ایک تغیر میں جو دنیا میں گزرتا ہے ایک نشان ہوتا ہے۔ جس طرح دنیا کے تمام دوسرے امور میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی طرح زمانے کے تغیرات میں بھی اس کی قدرت کے نشان پاتا ہے۔ اور یقین کرتا ہے کہ جو کچھ بھی دنیا میں ہو رہا ہے۔ اس میں کسی نہ کسی قدرت کا اظہار موجود ہے۔ اور کوئی نہ کوئی حکمت ان کے اندر ہے۔ اس کا حساس دل ان سب باتوں کو فوراً محسوس کرلیتا ہے اور یہی لوگ ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھنے والے اور سننے والے کہا جائے۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق لکھا ہے کہ جس وقت تیز ہوا چلتی یا بادل اٹھتا یا بارش ہوتی یا آندھی آتی یا طوفان آتا تو آپ گھبرا جاتے اور بسا اوقات اس گھبراہٹ سے کئی کئی بار آپ گھر کے اندر باہر آتے جاتے اور فرماتے۔ معلوم نہیں خدا تعالیٰ کی اس ہوا یا اس بارش یا اس آندھی سے کیا منشاء ہے[۲] آپ کی اس گھبراہٹ کو دیکھ کر بعض لوگ یہ سمجھتے کہ یہ کوئی بڑا ہی تھڑدلا اور کمزور انسان ہے کہ ان روزمرہ کی باتوں سے بھی گھبرا جاتا ہے۔ مگر آپؐ فرماتے۔ پہلی قوموں پر عذاب آئے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ یہ طوفان یا یہ بارش یا یہ ہوا عذاب کے رنگ میں ہے یا رحمت کے رنگ میں۔ تو مومن ہر تغیر میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان دیکھتا ہے۔ اور شقی کی ان کی طرف آنکھ ہی نہیں اٹھتی۔

تیز چلنے والی ہواؤں، اڈکر آنے والے بادلوں اور کھل کر برسنے والی بارشوں میں بظاہر خوشی ہوتی ہے اور وہ امید کا موجب ہوتی ہیں۔ لوگ ان کو دیکھ کر تسلی پاتے ہیں لیکن خدا کے رسول خدا تعالیٰ کے پوشیدہ ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان سے خدا کی ناراضی محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ حال صرف حضرت رسول کریم ﷺ کا ہی نہ تھا کہ آپ ان تغیرات سے کہ جن سے لوگ خوشی محسوس کرتے گھبرا جاتے بلکہ تمام دوسرے ماموروں کا بھی کہ جن کا کچھ نہ کچھ حال تاریخ سے ہمیں معلوم ہو سکا ہے یہی حال تھا۔ ان انبیاء کو جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے چھوڑ کر ان انبیاء کو بھی اگر دیکھا جائے جن کا ذکر قرآن کریم نے نہیں کیا۔ اور دوسری قوموں کے انبیاء کو بھی اگر دیکھا جائے۔ تو ان سب کی زندگیاں ایسی ہی نظر آتی ہیں کہ وہ بھی ان تغیرات سے گھبرا جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ چینیوں کے نبی کنفیوشسؑ کا یہی حال تھا۔ باوجود بہادر اور دلیر ہونے کے آندھی اور بارش سے گھبرا جاتا تھا۔ اور کہتا تھا شائد اس کے اندر کوئی عذاب ہے۔ اسی طرح تمام قوموں کے انبیاء کا حال تھا کہ جب کبھی اس قسم کے تغیرات دنیا میں پیدا ہوتے وہ ڈر جاتے کہ کہیں یہ تغیر عذاب کے رنگ میں ہی نہ ہوں حالانکہ دوسرے لوگ ان کو روزمرہ کی ایک معمولی سی بات سمجھ کر ان کی طرف متوجہ بھی

نہ ہوتے۔

پس اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ جو ہر جو تغیرات زمانہ سے ڈرنے اور گھبرانے کا تھا۔ اور یہ کیفیت جو اس گھبراہٹ سے پیدا ہوتی تھی ایک ہی تھی اور بالکل ملتی جلتی تھی۔ گویا یہ ایک نور تھا جو ان میں رکھا گیا تھا اور جو ان سے ظاہر ہوتا تھا۔ خواہ وہ نور کنفیوشسؑ سے ظاہر ہو خواہ موسیٰؑ کے اندر سے اور خواہ حضرت نبی کریم ﷺ کے وجود سے۔ کوئی ہو۔ بہر حال وہ نور ایک ہی تھا۔ کیا ہوا کہ وہ کبھی کسی سے ظاہر ہوا اور کبھی کسی سے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

کنفیوشسؑ ہو یا عیسیٰؑ۔ موسیٰؑ ہو یا نبی کریم ﷺ وہ نور تھا جس کے ظاہر ہونے کے لئے قوم اور نسل کی کوئی قید نہیں۔ وہ کسی سے ظاہر ہو مگر تھا وہ ایک ہی نور پس خدا تعالیٰ کی عظمت اور وقار اور جلال ان کی ہر حرکت سے نمایاں تھا۔ اور اس سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ کسی ایسے علم کی بنیاد پر یہ یقین قائم کیا گیا ہے جو بالکل درست اور مضبوط ہے۔ اور جسے وہی سمجھ سکتا ہے جو مومن ہے۔

غرض مومن اور شقی اور سعید اور شقی میں یہی فرق ہوتا ہے کہ جو خدا کے ماننے والے ہوتے ہیں۔ وہ تغیرات میں نشان دیکھتے ہیں اور ان سے سبق سیکھتے ہیں اور اپنی درستی کرتے ہیں اور اصلاح پاتے ہیں۔ لیکن جو شقی ہوتے ہیں وہ بجائے اس کے کہ ان سے کچھ فائدہ حاصل کریں۔ آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ پس جبکہ مومن اور کافر۔ سعید اور شقی میں یہ فرق ہے۔ تو کیا یہ تعجب نہ ہو گا کہ ایک آواز جو بار بار آتی ہو۔ اور دن میں کئی کئی دفعہ کان میں پڑتی ہو یعنی اذان۔ اس کی طرف غور نہ کیا جائے اور باوجود مومن ہونے کا دعویٰ کرنے کے نہ کیا جائے۔

ایک مسلمان کے لئے اذان کی آواز کوئی عجیب چیز نہیں کہ کبھی کبھی اس کے کان میں پڑتی ہو۔ بلکہ یہ وہ آواز ہے جسے ہر روز وہ پانچ وقت سنتا ہے۔ یہ معمولی آواز نہیں بلکہ ان آوازوں میں سے ہے جن کا وہ انتظار کرتا ہے۔ اور جسے وہ جانتا ہے کہ برکت اور رحمت کی طرف بلانے والی ہے۔ بعض اوقات وہ جانتا ہے کہ یہ آواز مجھ سے چھوٹے وجود سے نکل رہی ہے۔ اور بے شک یہ آواز انسان کے حلق سے نکل رہی ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت خدا ہی اسے نکالنے والا ہے۔ کیونکہ یہ اسی کی بلند کی ہوئی آواز ہے جو برکت اور رحمت اور کامیابی کی طرف بلاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے سننے والا اس کے مطالب پر غور نہیں کرتا۔ حالانکہ مدعا اگر صرف نماز کے وقت کی اطلاع دینا ہوتا

اور اس کا کوئی مطلب اور حقیقت نہ ہوتی تو اس کیلئے ڈھول اور نرسنگا وغیرہ کافی تھے۔ ڈھول اور نرسنگا وغیرہ کی آواز بھی اونچی ہوتی ہے اور وہ عجیب شے بھی تھے۔ مگر ان کو جو استعمال نہیں کیا گیا۔ اور ان کی جگہ اذان کو قائم کیا گیا۔ تو اس کا یہی مطلب ہے کہ اس میں کچھ حکمت ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ ایک انسان اس بات کو جانتا ہے۔ اور ہر روز پانچ وقت اسے سنتا ہے۔ اس پر غور نہیں کرتا کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ اس میں جو حکمت ہے وہ یہی ہے کہ اذان دینے والا خدا کی آواز کو دہراتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کے اندر یہ حکمت ہے کہ یہ تمہیں رحمت اور کامیابی کی طرف بلاتی ہے۔ اور یہ حکمت جو برکت اور رحمت اور کامیابی کی طرف بلاتی ہے۔ ڈھول اور نرسنگے اور نفیری وغیرہ کی آواز میں نہیں ہو سکتی۔ لیکن کتنے ہیں وہ مسلمان کہلانے والے جو اس کی حقیقت پر غور کرتے ہیں۔

دیکھو یہ جو آواز اٹھتی ہے یہ کہتی ہے آؤ آؤ نماز کی طرف آؤ۔ آؤ آؤ کامیابی کی طرف آؤ۔ آؤ آؤ برکت اور رحمت کی طرف آؤ۔ پس مسلمانوں کا یہ کام ہے کہ وہ اس پر غور کریں کہ صلوٰۃ جس کا نام رحمت اور برکت ہے کیونکر اس کے وہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو اس کے ایک جگہ بلانے کے بتائے جاتے ہیں۔ کیوں اس جگہ کہ جہاں بلایا جاتا ہے جانے سے وہ نتائج پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی نہ جائے تو اس کے وہ نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ ہم گھر پر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کیوں نہیں کہا گیا کہ یہ رحمتیں اور برکتیں گھر پر بھی مل سکتی ہیں۔ اور گھر پر نماز پڑھنے سے بھی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ مسجد میں آنے کے لئے کیوں بلایا جاتا ہے۔ اس بات پر اگر مسلمان غور کرتے اور اس بات کو مضبوطی سے پکڑ لیتے۔ تو یہ تباہی جس میں وہ آج پڑے ہوئے ہیں ان پر نہ آتی اور وہ برباد اور ذلیل نہ ہوتے۔

اذان کیا ہے؟ اذان خدا تعالیٰ کی آواز ہے جو کامیابی کی طرف بلاتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے نماز رحمت ہے اور اس میں برکت ہے آؤ اس میں شامل ہو جاؤ۔ گھروں پر نہیں مسجدوں میں۔ لیکن دیکھو اس وقت نمازیں بھی وہی ہیں جو رسول کریم ﷺ کے وقت تھیں۔ الفاظ بھی وہی ہیں جو رسول کریم ﷺ کے وقت پڑھے جاتے تھے۔ حرکتیں بھی وہی ہیں جو رسول کریم ﷺ کے زمانے میں تھیں۔ لیکن باوجود اس کے نہ وہ برکتیں ہیں۔ نہ وہ رحمتیں ہیں اور نہ وہ نتیجے پیدا ہوتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے وقت پیدا ہوتے تھے۔ کیوں نماز کے نتیجہ میں اب وہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی جو بتائی جاتی ہے اور جو آنحضرت ﷺ کے وقت حاصل ہوتی تھی؟ یہ ایک سوال ہے جو مسلمان لفظوں سے تو نہیں لیکن اپنی حالت سے پیدا کر رہے ہیں۔ اور اب تو یہاں تک کہہ رہے

ہیں کہ نماز سے کچھ حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ بات گو منہ سے نہ کہیں لیکن اپنے عمل سے کہہ رہے ہیں۔ ہاں بے تکلف دوستوں کی مجلس میں کہہ بھی دیتے ہیں۔ ایک شخص جو اچھے عہدہ پر فائز ہے۔ اور مسلمانوں کے متعلق درد بھی رکھتا ہے۔ میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسلمانوں کی ترقی کا راز نمازیں چھوڑنے میں پنہاں ہے۔ جب تک مسلمان نماز نہ چھوڑیں گے کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کے دل کے یہ خیال ہیں۔ جنہیں عام مجالس میں نہ کہہ سکیں تو نہ کہہ سکیں۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کے دلوں میں یہ خیال ضرور ہے کہ جب تک نمازیں ترک نہیں کی جاتیں تب تک کوئی کامیابی مل نہیں سکتی۔ لفظوں میں تو شاید بہت ہی کم یہ کہتے ہوں لیکن عملاً مسلمانوں کا بیشتر حصہ یہ سوال اٹھا رہا ہے کہ کامیابیوں کے لئے نمازیں ترک کر دینی چاہئیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال نہ ہو۔ اور اس شبہ کو پیدا ہی نہ ہونے دیتے ہوں لیکن عمل ان کے بھی یہی بتاتے ہیں کہ نماز کو کامیابی کا گُر نہیں سمجھتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ اور ان کو یہ یقین ہوتا کہ نماز ہی سب کامیابیوں کی کنجی ہے تو ان کے اعمال وہ نہ ہوتے جو آج ہیں۔ اور نہ آج مسجدیں اس طرح ویران نظر آتیں کہ اول تو نماز پڑھنے والے ہی شاذ و نادر۔ اور جو پڑھتے ہیں وہ یقین سے خالی۔ ورنہ بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ یقین بھی ہو کہ نمازیں کامیابی کا گُر ہیں۔ اور نمازوں کے ذریعے ہی برکت اور رحمت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور پھر نمازیں پڑھنے کے باوجود کامیابی حاصل نہ ہو اور برکت اور رحمت نہ ملے۔ پس مسلمانوں کی تباہی کا بڑا بھاری سبب ایک تو اذان کے الفاظ کی حکمت نہ جاننے اور پھر نمازوں کے لئے مسجدوں میں نہ آنے اور نمازوں کو کامیابی کا گُر نہ سمجھنے میں ہے۔

دیکھو لوگ دنیاوی ترقیوں کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ بعض وقت تو ان کو اس کے لئے سخت ذلت اور تکلیف بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ اس کے لئے کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ مسلمان بھی ان میں شامل ہیں۔ اور اسی قسم کی کوششیں کرتے ہیں۔ یہ جو پانچ پانچ روپوں کی ترقی کے لئے افسروں اور حاکموں کی منتیں اور خوشامدیں کرتے ہوئے مسلمان نظر آتے ہیں اور ان کے دروازوں پر گرے رہتے ہیں۔ اور اس قسم کی چھوٹی چھوٹی ترقیوں کے لئے بعض وقت بڑی بڑی رقمیں بھی خرچ کر دیتے ہیں۔ انہیں اگر یقین ہوتا کہ مسجدوں میں نمازوں کے لئے جانے سے حقیقی ترقی اور کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور نماز کے ذریعے ہم کو اس سے بڑھ کر ترقیاں مل سکتی ہیں۔ اور نمازوں کے معاوضہ میں جو کچھ مل سکتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو لوگوں کے دروازوں پر گرنے سے ملتا ہے۔ تو یہ خطابوں کے حاصل کرنے والے یہ عہدوں کی تلاش کرنے

والے یہ ترقیوں کی جستجو کرنے والے، یہ کامیابیوں کی خواہش رکھنے والے مسجدوں میں ہی پڑے رہتے۔ اگر وہ جانتے کہ ہمیں مسجدوں میں وہ سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ مل سکتا ہے۔ جو لوگوں کے دروازوں سے ملتا ہے۔ اگر وہ جانتے کہ نماز کے ذریعے اس سے بہت زیادہ برکت اور عزت مل سکتی ہے جو دوسروں کی منت خوشامد کرنے سے میسر آسکتی ہے تو بجائے اس کے کہ نماز کے وقت لوگوں کو تلاش کیا جاتا۔ شاید نماز کے وقت جگہ حاصل کرنے کے لئے ڈنڈے چل جاتے۔ لوگ آتے اور کہتے ہمیں بھی تھوڑی سی جگہ دو۔ ہمیں بھی خدا تعالیٰ سے کچھ لے لینے دو۔ پھر کیا مسجدیں ویران نظر آتیں۔ اور مسلمانوں پر یہ تباہی اور بربادی آتی جو آج آرہی ہے۔ ہرگز نہیں۔

مگر ہم دیکھتے ہیں اگر کوئی ترقی اور کامیابی چاہتا ہے تو لوگوں کے دروازوں پر جاتا ہے۔ ان کی منت و خوشامد کرتا ہے۔ اور اگر نہیں آتا تو خدا تعالیٰ کے دروازہ پر نہیں آتا جو سب کامیابیوں اور ترقیوں کا دینے والا ہے وہ مدرسہ کی طرف تو جاتا ہے لیکن اگر نہیں جاتا تو مسجد کی طرف نہیں جاتا۔ جس میں جانا تمام ترقیوں کو حاصل کرنا ہے۔ وہ بڑے صبر سے لوگوں کے دروازوں پر جاتا ہے۔ اور ایک کتے کی طرح صابر ہو کر بیٹھا رہتا ہے۔ بڑی تیزی سے اس کا قدم ان لوگوں کے گھروں کی طرف اٹھتا ہے جن کے متعلق سمجھتا ہے۔ کہ وہ کچھ دے سکتے ہیں۔ لیکن نہیں اگر اس کا قدم اٹھتا تو مسجد کی طرف نہیں اٹھتا۔ وہ اذان کو دھوکا اور نماز کو فریب سمجھتا ہے۔ وہ منہ سے تو کہتا ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک رحمت تھے۔ لیکن عمل سے وہ بتاتا ہے کہ رحمت نہیں تھے۔ اور (نعوذ باللہ) دھوکا دینے والے انسان تھے۔ پس یہ سوال اکثر مسلمانوں کے عمل سے پیدا ہو رہا ہے۔ اور بڑے زور سے پیدا ہو رہا ہے کہ اگر نماز کی یہی کیفیت ہے جو مسلمانوں نے آج سمجھ رکھی ہے۔ اور جس کے مطابق انہوں نے اپنے عملوں کو بنایا ہوا ہے تو پھر اس کا کیا فائدہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی پھر یہ بات بھی پیدا ہوگی کہ کیا نماز میں کوئی رحمت ہے۔ کوئی برکت ہے جو اس کے ذریعے میسر آتی ہے۔ کوئی ایسی حکمتیں اس میں ہیں جن کے جاننے سے ترقیاں ملتی ہیں اور ناواقفی سے ان کے پانے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اگر نماز فی الواقع رحمت ہے۔ اگر فی الواقع اس میں کوئی برکت ہے۔ اگر فی الواقع اس میں کوئی ایسی حکمتیں ہیں کہ جن کو جاننے سے ہم ترقیاں حاصل کرسکتے ہیں اور ہم ان سے واقف نہیں۔ یا ہم غفلت کے سبب ان کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو ہمیں پھر اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ تا ہم ان کو جان سکیں اور پھر عمل کر کے نتائج حاصل کرسکیں۔ غرض یہ ایک سوال ہے جو مسلمانوں کے عمل سے پیدا ہو رہا ہے اور اس وقت ضرورت ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔

اور اس پر غور کیا جائے کہ کیا یہ بات جھوٹی ہے کہ نماز سب ترقیوں اور برکتوں کی منبع ہے یا پھر ہمارا عمل جھوٹا ہے۔ اگر عمل جھوٹا ہے اور نماز میں برکت اور فائدہ ہے تو ہمیں اس فائدہ کو لینا چاہئے۔ اور اگر نمازوں میں کوئی فائدہ نہیں اور ان کے ذریعے کوئی برکت اور کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تو پھر اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں اگر کوئی شخص سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کرے گا اور اچھی طرح اس پر خیال کرے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ اس کی حکمت کو ہی نہیں سمجھا گیا۔ ورنہ اس میں بہت بڑے فائدے ہیں۔

ہر بات کی حکمت کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ اور جب تک کسی بات یا کسی کام کی حکمت نہ سمجھی جائے وہ فائدہ نہیں دیتا۔ اگر کوئی شخص نوکری کرتا ہے اور اس نوکری کی حکمت نہیں جانتا۔ تو وہ نوکری اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اسی طرح علاج ہے۔ علاج بھی بغیر حکمت جانے نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک شخص کھیتی باڑی کرتا ہے اور بغیر ان کی حکمت جاننے کے کرتا ہے۔ تو وہ کھیتی باڑی اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اسی طرح ہر کام کے متعلق ہے کہ جب تک اس کی حکمت کو نہ سمجھا جائے وہ فائدہ نہیں دیتا۔ نماز کی بھی چونکہ حکمت نہیں سمجھی گئی اس لئے نماز بھی آج کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ ایسا ہی اذان اور مسجد میں آکر نماز پڑھنے کا حال ہے۔ اگر ان سب کی حکمت سمجھی جاتی۔ تو آج یہ حالت ہی نہ پیدا ہوتی کہ لوگ اس کے بغیر کامیابیوں اور ترقیوں کا پانا ممکن سمجھ لیتے۔ غرض لوگ نماز کو محض اس کی حکمت کے نہ سمجھنے سے کامیابیوں کے راستے میں روک بتا رہے ہیں۔ اور اس میں کوئی خیر و برکت نہیں پاتے۔ لیکن میں آج اس سوال کو پیش کرتا ہوں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا فی الواقع اس میں کوئی برکت اور رحمت نہیں۔ اور اس کے ذریعے کوئی کامیابی نہیں مل سکتی یا یہ کہ یہ تو فی الواقع برکت اور رحمت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور اس کے ذریعے کامیابی میسر آسکتی ہے۔ لیکن ہم ہی نہیں سمجھ سکے کہ اس میں کیا حکمتیں ہیں۔

یہ سوال غیروں کے لئے ہی نہیں جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے بھی ہے۔ خواہ ان کو نمازوں میں لذت اور سرور آتا ہو اور خواہ وہ ان برکات اور رحمتوں کو پا ہی رہے ہوں جو اس کے ذریعے مل سکتی ہیں۔ وہ بھی غور کریں کہ نماز جو کامیابیوں کی جڑ ہے اور جس سے تمام بلائیں اور مشکلیں دور ہو جاتی ہیں اور تمام فتنے اور فساد رک جاتے ہیں۔ آج کیوں مؤثر نہیں ہو رہی اور کیوں آج اس کے وہ نتائج نہیں پیدا ہو رہے جو رسول کریم ﷺ کے وقت پیدا ہوتے تھے اور ان نتائج کے پیدا ہونے کے راستہ میں کیا روکیں ہیں اور وہ روکیں کیونکر دور ہو سکتی ہیں۔ پس یہ سوال

جماعت احمدیہ کے لئے بھی ہے وہ بھی اس پر غور کرے۔

میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے پڑھا کرتا تھا تو پڑھتے ہوئے کئی مقام ایسے آجاتے کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتا۔ مگر آپ فرماتے کہ "میاں چلو آگے چلو آپ ہی سمجھ لینا" آپ کی اس بات کا یہ مطلب ہوتا کہ انسان اپنے آپ غور کرنے سے جو بات حاصل کر سکتا ہے وہ دوسرے کے بتانے سے حاصل نہیں کر سکتا۔ میں نے اس طریق سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اس وقت میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے طریق کے مطابق کہتا ہوں کہ آپ ہی اس پر غور کرو اور سوچو۔ خود سوچنے اور غور کرنے سے تمہیں بہت سی باتیں حاصل ہوں گی جو صحیح نتائج پر پہنچانے والی ہونگی۔ اور اس بات کی حقیقت کو کھول دیں گی کہ کیوں نماز سے فائدے حاصل نہیں ہوتے جو اس کے بتائے گئے ہیں اور جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں ظاہر ہوتے تھے۔ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ اگلے جمعہ اپنے خیالات اس کے متعلق ظاہر کرونگا۔ لیکن اسی قدر جس قدر کہ خطبہ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ خطبہ بہت لمبا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی ایک وجہ وقت کی قلت بھی ہے۔ اور کچھ جمعے میں شامل ہونے والے لوگوں کا لحاظ بھی۔ پس وقت کے لحاظ سے جس قدر کہا جا سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگلے جمعے کے دن کہوں گا۔ خطبہ میں انسان پوری باتیں بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں بعض ضروری باتیں اس کے متعلق بیان کروں گا۔ یعنی آپ کو بھی چاہئے کہ اپنے طور پر اس پر ضرور غور کریں۔ اور سوچیں کہ نماز کے فوائد حاصل نہ ہونے کی وجہ کیا ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اپنا کلام سمجھنے کی توفیق دے اور فہم عطا فرمائے تا ہم اس کی باتوں اور اس کی منشاء کو سمجھنے والے ہوں۔ پھر ہمیں یہ توفیق بھی دے کہ ہم اس کے کلام کے مطابق اپنے عملوں کو بنا سکیں تا ہمیں وہ فوائد مل سکیں جو اس کے کلام کو صحیح طور پر سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے مل سکتے ہیں۔ آمین۔

(الفضل یکم مارچ ۱۹۲۷ء)

۱ البقرۃ: ۱۹

۲ بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورہ الاحقاف